OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

سید سلیمان ندوی بحیثیت سیرت نگار: ایک تحقیقی جائزہ
Syed Sulaiman Nadwi as Biographer: A Research Review

Ms. Farida Kakar
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadar Khan Women's University, Quetta, Baluchistan
Dr. Naseem Akhter
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar

Abstract
The greatest tutor of all time is widely regarded as being the Prophet Muhammad (SAW). In the field of Seerah literature, several study researchers have so far conducted a great deal of work with a combination of passion and devotion. One of the most amazing aspects of the noblest personality of the Prophet Mohammad (SAW) is that people of all religions, regardless of their affiliation, have produced masterworks of literature. In this regard, each contributor has made an effort to absorb and share nuggets of wisdom, love, and sacred attachment with the Prophet of Islam (SAW) to the best of their abilities. One of the most notable figures in Seerah Writing is Allam Sayad Sulaman Nadvi, who is regarded as a significant pioneer in the field. He published a few works on Seerah, including Seeraat-un-Nabi (SAW), Khutbat Madras, Rahmat Alam, and Muhammad the Ideal Prophet. He also gathered a wealth of information on Seerah. The main goals of this article are to provide an overview of the scholarly literature on Seeraat un-Nabi and to emphasise Allama Sayad Sulaman Nadvi's biography.

CC BY

Keywords: Seerah literature, Allam Sayad Sulaman Nadvi, Prophet Muhammad (SAW), Khutbat Madras, Rahmat Alam

تمہید

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ایک ایسا موضوع ہے، جس پر دنیا کی بے شمار زبانوں میں کام ہوا ہے، اور یہ کام عددی اعتبار سے تو بے مثال ہے ہی، اس کا تنوع، پھیلاؤ، وسعت اور عالمگیریت کے حوالے سے بھی مسلمانوں کے لئے قابل فخر اور پوری دنیا کے لئے متاثر کن ہے۔ پوری سیرت طیبہ کو بیانیہ انداز میں لکھا گیا ہے، اس موضوع پر تحقیقی اسلوب میں قلم اٹھایا گیا ہے، مختلف طبقات کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر داد تحقیق دی گئی ہے، اور پھر سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر علیحدہ علیحدہ کتب تحریر کی گئی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ معجزہ ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کی قید سے بالاتر ہو کر اصحاب علم و فضل نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اس بحر ناپید کنار سے نہایت و محبت اور عقیدت کے ساتھ اپنی اپنی بسات کے مطابق موتی سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ انہی اہل علم میں سے ایک نام سید سلیمان ندوی کا ہے۔ جنہوں نے اردو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارکہ کو قلم بند کیا ہے۔ یہ کام دنیا کی تمام اہم زبانوں میں ہوا ہے، اور عربی و انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو بھی اس معاملے میں سرفہرست ہے۔ بلکہ بعض پہلوؤں سے اردو نہ صرف انگریزی پر بلکہ عربی پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔

پیدائش

مولانا سید سلیان ندوی جیسا کہ سب جانتے ہیں آپ اردو ادب کے نامور سیرت نگار ہونے کے ساتھ عالم مؤرخ، محقق، متکلم، سوانح نگار، نقاد اور ماہر تعلیم ہیں۔ ان کی تحقیقات کو اعتبار و اسناد کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی ولادت بروز جمعہ بتاریخ ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۰۲ھ میں دیسنہ کے ضلع پٹنہ، بہار میں ہوئی۔ سید صاحب اس گاؤں اور اپنے خاندان کے انمول ہیرے تھے، جو دینی علوم کے ساتھ ساتھ دینداری اور تقویٰ میں بھی مدتوں سے ممتاز چلے آرہے تھے، آپ ننھیال کی طرف سے زیدی تھے اور دادھیال کی طرف سے حسینی سید تھے۔[1] مولانا کا اصل نام دادا نے انیس الحسن رکھا اور کنیت ابو نجیب رکھی۔ بعد میں دنیا نے بھی دیکھا کہ حسنی صلح جوئی، ان کا نمایاں خلق تھا۔ اور سلیمان نام اس طرح پڑا کہ بچپن میں ایک رنگونی تاجر سلیمان ناخدا کا ایک جہاز بیرونی سامان تجارت سے لدا ہوا خلیج بنگال میں داخل ہوا، اور اس کی آمد سے مشرقی ہندوستان میں ایک دھوم مچ گئی، گھر گھر ہر ایک کی زبان پر سلیمان کا نام آنے لگا، حکیم محمدیؒ (سید صاحب کے دادا) کے گھر میں بھی اس کا چرچا ہوا۔ گھر والوں نے محبت سے ابو نجیب کو پکارا کہ ہمارا سلیمان تو یہ ہے، اور ایک دن اس کا شہرہ بھی گھر گھر ہو جائے گا۔ پھر جب سلیمان شعور کو پہنچے، تو انہوں نے اپنا نام سید سلیمان لکھا۔[2]

حالات زندگی

سید سلیمان ندوی نے گاؤں ہی میں ابتدائی تعلیم پہلے ایک معلم خلیفہ انور علی اور پھر اس کے بعد مولوی مقصود علی اکھدوی سے حاصل کی، اور پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں ختم کی۔ جبکہ عربی میں میزان و منشعب اپنے بڑے بھائی جس کا نام مولوی ابو حبیب صاحب تھا ان سے پڑھی۔ بڑے بھائی سے تعلیم پانے کے بعد مزید تعلیم کے لئے اپنے والد بزرگوار کے پاس اسلام پور گئے۔ وہاں سے ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف پٹنہ آئے، یہاں ایک سال خانقاہ مجیبی میں رہ کر مولانا محی الدین (سجادہ نشین خانقاہ پھلواری شریف) سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھلواری سے مدرسہ امدادیہ دربھنگہ بھیج دیئے گئے یہاں چند مہینے رہے، اور داخلہ کے پہلے ہی ہفتہ میں وہاں کے طلبہ کی انجمن میں "تعلیم نسواں" پر ایسا مضمون پڑھ کر سنایا کہ ہر طرف تحسین و آفرین کا نعرہ بلند ہوا، یہ مضمون پٹنہ کے مشہور اخبار الپنچ میں بھی چھپا۔[3]

۱۹۰۱ء میں دار لعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخل ہوئے، یہیں سے ان کی علمی و ادبی ذوق کی نشوونما ہوئی، ۱۹۰۵ء میں جب علامہ شبلی نعمانی ندوۃ کے معتمد تعلیم ہو کر لکھنو آئے، تو انہوں نے اس جوہر قابل کو اپنے دامن تربیت میں لے لیا۔ ۱۹۰۷ء میں سید صاحب الندوہ کے سب ایڈیٹر مقرر ہوئے، ۱۹۰۸ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد وہیں عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ دروس الادب طلبہ کے لئے اسی زمانہ میں لکھی جو بہت مقبول ہوئی، ۱۹۱۰ء میں عربی کے جدید الفاظ کی ایک ڈکشنری "لغات جدیدہ" کے نام سے لکھی۔ سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف میں علامہ شبلی کی معاونت کا سلسلہ اسی زمانہ سے شروع ہی ہوا۔[4] ۱۹۱۲ء میں مولانا شبلی کے صحبت یافتہ مولانا آزاد نے الہلال نکالا تو مئی ۱۹۱۳ء میں سید صاحب کو اس کے اسٹاف میں شامل کیا، اسی سال کے آخر میں مولانا شبلی کے ایما سے دکن کالج میں السنۂ مشرقی کی معلمی قبول کی۔ اس زمانہ میں مولانا شبلی مرض الموت میں مبتلا ہوئے، وفات سے قبل کتاب "سیرۃ النبی ﷺ" کی جلد اول کام تمام کام مکمل کر دیا۔ جلد دوم کا بیشتر حصہ انہوں نے مواد اور یادداشتوں کی صورت میں جمع کر لیا، جب بستر مرگ پر تھے، انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے تین نمایاں حضرات کو تار دیئے، اور ان کو بلا کے یہ سارا کام سپرد کرنا چاہا۔ لیکن ان میں سے سید سلیمان ندوی کو تار پہنچا، اور استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سید صاحب نے اپنے استاد کے حکم کی تعمیل کی، اور مولانا مسعود علی ندویؒ کے انتظامی تعاون اور مولانا عبد السلام ندوی کے علمی اشتراک سے دار المصنفین کی بنیاد ڈالی، جس کا خاکہ مولانا شبلی نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ مولانا حمید الدین فراہی اس مجلس اخوان الصفا کے پہلے صدر تھے، اور ان کی سرپرستی میں علم و تحقیق اور فکر و فن کی یہ تحریک عازم سفر ہوئی۔ سید صاحب نے اپنی تصنیف تاریخ ارض القرآن کی پہلی جلد کی اشاعت سے دار المصنفین کے تصنیفی کام کی ابتداء کی، اسی سال انجمن ترقی اردو کا سالانہ اجلاس پونہ میں ہوا، سید صاحب نے اس کی صدارت کی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی حمایت میں جب ہندوستانی مسلمانوں کو گورنمنٹ نے جیل میں ڈال دیا تو ان کی قائم مقامی جن علماء نے کی، ان میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے ساتھ سید سلیمان بھی تھے۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۶ء تک اس سیاسی تحریک سے مستقلاً وابستہ رہے، اس وقت تک دار المصنفین کا کوئی ترجمان رسالہ نہیں تھا، اس لئے جولائی ۱۹۱۶ء کے رمضان المبارک کے مہینے میں سید صاحب نے معارف کا پہلا رسالہ نکالا۔ اسی رمضان المبارک کی برکت سے آج تک یہ رسالہ علمی حلقوں کو فیض پہنچا رہا ہے۔ دار المصنفین کے آغاز قیام سے لے کر اس کو بام عروج پر پہنچانے میں سید صاحب کی جانکاہ کوششوں کو بڑا دخل ہے، ان کے حسن نیت کی وجہ سے ان کے استاد المحترم کی یادگار دار المصنفین کا علمی وقار پورے ملک میں قائم ہو گیا، اسی دوران انہوں نے دار المصنفین کے رفقاء اور دوسرے ملازمین کی تربیت پر خصوصی توجہ دی، اور اس کے مربیوں اور ہمدردوں کا حلقہ بھی بناتے رہے۔ یہ سید صاحب کی بے لوث خدمت کا اثر ہی تھا کہ مہاراجہ بڑودہ کی طرف سے بڑے پیمانہ پر جب موازنۂ مذہب کا ایک ادارہ ایک فرانسیسی کی نگرانی میں قائم ہوا، تو اسلامی علوم و مسائل کی تحقیقات اور رفع شبہات کے لئے دار المصنفین ہی مرجع قرار پایا۔[5] ۱۹۱۷ء میں علمائے بنگالہ کلکتہ کے اجلاس کی صدارت کی، اسی سال اہل سنت والجماعت نامی مقالہ پہلے معارف اور بعد میں کتابی شکل میں شائع کیا، اس کی مقبولیت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا ترجمہ ملیالم، تیلگو اور بنگلہ زبان میں ہوا، اسی سال حیات امام مالک شائع ہوئی ۔۱۹۱۸ء میں دار المصنفین سے سیرۃ النبیؐ جلد اول اور تاریخ ارض القرآن حصہ دوم شائع ہوئی ۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت سے نہ صرف وابستہ ہوئے بلکہ اس کے لکھنو کے اجلاس میں صدارت کی، اس تحریک کے روح رواں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر تھے، ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت کے ممبران کے ساتھ یورپ کا سفر کیا، سیرۃ النبیؐ جلد دوم لندن جانے سے قبل اشاعت کے لئے دے دیا تھا، اور لندن سے اس کا دیباچہ بھی لکھ کر بھیج دیا، لندن ہی میں تھے کہ

ان کی کتاب سیرت عائشہؓ چھپ کر آگئی، اسی سال تحریک خلافت کے لندن دورہ سے واپسی پر ہندوستان میں ترک موالات کی تحریک زوروں پر تھی ۔ سید صاحب نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔[6]
۱۹۲۳ء میں صوبہ بہار کی خلافت کانفرنس کی صدارت کی، ۱۹۲۴ء میں سیرۃ النبیؐ جلد سوم چھپ کر آئی، وفد حجاز کی قیادت ۱۹۲۴ء میں کی ۔ ۱۹۲۵ء میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ بڑے اہتمام سے کرایا، اور ایک زمانہ تک اس کے معتمد تعلیم کی حیثیت سے کام انجام دیتے رہے ۔ ۱۹۲۵ء میں خطبات مدراس منظر عام پر آئی، ۱۹۲۶ء میں جمعیۃ العلماء کے کلکتہ اجلاس کی صدارت اور وفد حجاز کی دوبارہ قیادت، وفد سے واپسی پر مارگولیتھ کے رد میں معارف میں مضامین لکھے، اور واقدی کی بے اعتباری بڑے مدلل انداز میں ثابت کی ۔ ۱۹۲۷ء میں حمایت اسلام لاہور کی دعوت پر عہد رسالت میں اشاعت اسلام کے عنوان سے تقریر کی، اسی سال مجلس علماء کی صدارت کے لئے ترچنا تشریف لے گئے، اور جنوبی ہند کے علاقون کا سفر کیا۔ ۱۹۲۸ء میں سیرۃ النبیؐ جلد چہارم کی تدوین میں مشغول ہوئے ۔ دار المصنفین کی کتابوں کی روز افزوں شہرت کے سبب ترکی میں الفاروق، سیرۃ النبیؐ اول، دوم، سوم، سیرت عائشہؓ اور سیر الصحابہ کی بعض جلدوں کے ترکی زبان میں ترجمے ہوئے، اس کی علمی شہرت سے متاثر ہو کر ہندوستان کے چوٹی کے سیاسی لیڈران اس ادارہ کے ساتھ خود کو جوڑنے میں فخر محسوس کرنے لگے ۔ مسلم لیڈروں کے علاوہ گاندھی جی، مالویہ جی، سروجنی نائڈہ، پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ آکر یہاں کے لوگوں کے ساتھ وقت گذارتے، ۱۹۲۹ء میں عرب ہند کے تعلقات پر ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے لئے مقالہ لکھا جو بعد میں اسی اکیڈمی سے شائع ہوا اور انگریزی میں اس کا ترجمہ بھی ہوا، ۱۹۳۱ء میں عربوں کی جہاز رانی پر بمبئی گورنمنٹ کے شعبہ تعلیم کی سرپرستی میں چار خطبے پیش کئے، بعد میں یہ کتابی شکل میں شائع ہوئے، اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہوا، ۱۹۳۲ء میں سیرۃ النبیؐ کی چوتھی جلد شائع ہوئی، ۱۹۳۳ء مین انجمن اردوئے معلی علی گڑھ کی دعوت پر ہندوستان میں ہندوستانی کے نام سے تقریر کی ۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۷ء تک علی گڑھ کورٹ کے ممبر رہے، اسی سال تاج محل کے معمار کی تحقیق، مغربی ہند بڑودہ، بھروچ، راندیر، سورت اور ڈابھیل وغیرہ کا سفر کیا۔ خیام بھی اسی سال شائع ہوئی۔ فردوسی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر افغانستان نے ایران کو جو تحائف دیئے ان میں ایک تحفہ خیام بھی تھا۔ ۱۹۳۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے توسیعی لیکچرز کی صدارت کی، اسی سال بہار واڑیسہ کے وزیر تعلیم سید عبد العزیز کی دعوت پر عربی مدارس کے ترتیب نصاب کے سلسلہ میں رانچی تشریف لے گئے ۔ تاریخ ہند مرتب کرنے کی ایک اسکیم بنائی اور دسمبر ۱۹۳۴ء کے معارف میں اس کی اشاعت کی، انجمن حمایت اسلام لاہور کی دعوت پر طلائی جوبلی میں شریک ہوئے، اسی سال سیرۃ النبیؐ جلد پنجم شائع ہوئی ۔ ۱۹۳۵ء میں بیماری سے صحت کے لئے چھ مہینے دہرادون میں قیام کیا، ۱۹۳۶ء کی آل انڈیا فلسطین کانفرنس کی صدارت مفتی کفایت اللہ کے اصرار پر کی، مجلس اعلیٰ فلسطین کے صدر مفتی سید امین الحسینی نے تار بھیج کر ان کا شکریہ ادا کیا، ۱۹۳۷ء میں ہندوستانی اکیڈمی کے جلسہ اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی طلائی جوبلی کی صدارت کی، اسی سال مدراس وحیدر آباد کا سفر کیا، ۱۹۳۸ء میں ودیا مندر اور رادھا اسکیم کے تحت جبری تعلیم کی مہم کے خلاف احتجاج کیا، ۱۹۳۹ء میں سیرۃ النبیؐ جلد ششم اور ادبی مضامین کا مجموعہ نقوش سلیمانی شائع ہوا۔ ۱۹۴۰ء میں متعدد علمی وادبی سفر مثلاً دکن، سرحد اور پنجاب وغیرہ کا کیا، اسی سال مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہوئے اور حیات شبلی کا کام شروع کیا۔ اسلام کے سیاسی واقتصادی نظام کی ترتیب کے لئے ایک مجلس ۱۹۴۱ء میں نواب چھتاری نے قائم کی تو سید صاحب اس کے ممبر بنائے گئے ۔ ۱۹۴۲ء تک مولانا شبلی کے مقالات، خطبات اور مکتوبات جمع کر کے شائع کرتے رہے، کثرت کار کے سبب صحت خراب رہنے لگی، تو استاد کی سوانح عمری ترتیب دینے کا خیال غالب آتا گیا اور تین برس تک مسلسل محنت کے بعد ۱۹۴۳ء میں حیات شبلی لکھ کر اہل علم کے ہاتھوں میں پیش کی ۔ ۱۹۴۴ء میں انڈین ہسٹاریکل کانگریس کی صدارت اور

وار دھا، راندیر اور سورت کا سفر کیا اور اس سفر میں درس قرآن اور قومی زبان کے مسئلہ پر مدلل تقریریں کرتے رہے۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں یہ خالص علمی اور مذہبی سفر ختم ہوا لیکن صحت گرتی گئی، اعظم گڑھ واپس آئے تو ریاحی درد کا سخت دورہ پڑا۔ ۱۹۴۷ء میں انقلاب کے بعد ریاست کے لیل ونہار بدل گئے۔ معارف کے لئے مستقل مضمون نہ لکھ سکے البتہ وفیات اور دیگر تحریروں میں یاد رفتگان کے چراغ روشن کرتے رہے ۔ ۱۹۴۹ء تک بھوپال میں قیام رہا ۔ ۱۹۴۹ء میں اپنی اہلیہ اور فرزند ارجمند سلیمان سلمہ کے ساتھ حج پر گئے، حج سے واپسی پر سخت علیل ہوئے، اسی دوران لکھنؤ، بھوپال اور اعظم گڑھ آنا جانا رہا۔[7] ۱۹۵۰ء میں کراچی ہجرت کر گئے لیکن اپنی ساری املاک ہندوستان میں چھوڑ گئے، سید صاحب پاکستان پہنچے، تو وہاں کے باضابطہ شہری بن گئے، اور اہل پاکستان بھی خوش ہو گئے کہ جامع سیرت کی میزبانی کا شرف انہیں بھی حاصل ہو گیا۔ یہاں انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۱۹۵۰ء میں ان کے اعزاز میں جلسہ کیا، جس میں سید صاحب نے ایک مقالہ ہندوستان کے نومسلم حکمران کے عنوان سے لکھا، قیام گاہ کے قریب زیر تعمیر مسجد جو جامع سلیمانی کے نام سے آج بھی موجود ہے، قرآن پاک کا درس شروع کیا۔[8] جنوری ۱۹۵۱ء میں ڈھاکہ، چاٹگام اور سلہٹ کا دورہ کیا، سلہٹ جمیۃ العلماء کی اسی سال صدارت بھی کی ۔ فروری ۱۹۵۳ء میں سید صاحب نے کراچی میں دنیائے اسلام کے تمام علماء کی کانفرنس بلائی، اسی سال مجمع الفواد الاول کے رکن بنائے گئے، کراچی یونیورسٹی کے رکن اور جمیۃ الاسلام کے صدر مقرر ہوئے، جس نے پاکستان کے دستور کو اسلامی بنانے میں بڑی کوششیں کی تھیں۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان ہسٹاریکل کانفرنس کی صدارت کے لئے ڈھاکہ تشریف لے گئے اجلاس سے فارغ ہو کر بری راستے سے سفر کیا جس کی وجہ سے سید صاحب کے زخم ہرا ہو گئے، بالآخر ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو وفات پا گئے، اور ۲۳ نومبر کو تدفین عمل میں آئی۔[9] سید صاحب کی پوری زندگی تصنیف و تالیف میں گزری، تصانیف اور تقاریر کے ذریعے سے دین اسلام کی بہت خدمت کی۔

تصانیف

عالم اسلام کو جن علماء پر ناز ہے ان میں سید سلیمان ندوی بھی شامل ہیں۔ ان کی علمی و ادبی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، جب ان کے استاد مولانا شبلی نے سیرۃ النبیؐ کی دو جلدیں لکھ کر ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو انتقال کر گئے تو باقی چار جلدیں سید سلیمان ندوی نے مکمل کیں۔ اپنے شفیق استاد کی وصیت پر ہی دارالمصنفین، اعظم گڑھ قائم کیا، اور ایک ماہنامہ معارف جاری کیا۔ سید سلیمان ندوی نے جو تصانیف لکھی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

"سیرت النبیؐ"، "عرب وہند کے تعلقات"، "حیات شبلی"، "رحمت عالمؐ"، "نقوش سلیمان"، "حیات امام مالکؒ"، "اہل السنہ و الجماعہ"، "یاد رفتگاں"، "سیر افغانستان"، "مقالات سلیمان"، "خیام دروس الادب"، "خطبات مدراس"، "ارض القرآن"، "سیرت عائشہؓ"، اور "ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمان حکمرانوں کی کوششیں"۔

سید سلیمان ندوی کی سیرت پر لکھی ہوئی کتابوں کا جائزہ

مولانا صاحب نے سیرت پر تین کتابیں لکھی ہیں۔ سیرت النبیؐ، رحمت عالمؐ اور خطبات مدراس۔

سیرت النبی ﷺ

یہ کتاب شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی باہمی کوششوں سے تشکیل پائی ہے۔ سب سے پہلے مولانا شبلی نے شروع کی، دو جلدیں لکھی، لیکن ان کا انتقال ہو گیا، اور ان کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائی ۔[10] شبلی کو "سیرت النبی ﷺ" پر ایک مبسوط کتاب تحریر کرنے پر مجبور کیا، اور یہی جذبہ تھا، جس کی بدولت فہم دین اور سیرت

میں انہیں وہ بلند رتبہ ملا کہ برصغیر کے اولین سیرت نگار شمار کئے جاتے ہیں، یہی نہیں بل "کہ سیرت نبوی ﷺ" غزوات، منصب نبوی ﷺ، دلائل و معجزات اور عہد رسالت کے دیگر واقعات سے متعلق معلومات کا بڑا سرمایہ ان ہی کی بدولت اردو داں طبقہ تک پہنچا ہے۔

جلد اول

پہلی جلد دور نبوی ﷺ کے پر آشوب عہد اور غزوات پر مشتمل ہے، ابتداء میں نہایت اہم دو مقدمات تحریر کئے ہیں، جو انتہائی معلومات افزاء ہیں۔ پھر سیرت طیبہ کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت بیان کی ہے، قبیلہ قریش کا تعارف ہے، اور ولادت مبارکہ کا بیان قلمبند کیا ہے، بعد ازاں حضور اکرم ﷺ کی مکی زندگی کے واقعات تحریر کئے ہیں، جن میں آپ ﷺ کی معاش اور ازدواجی زندگی کا احوال بھی ہے، نزول وحی کا بھی بیان ہے اور تبلیغ دین کے واقعات بھی ہیں نیز تمام مشکلات و مصائب کا بھی بیان ہے، جس کو وہ ہجرتوں تک لے جاتے ہیں، پہلی اسلامی ریاست کے قیام و نظام کی تفصیلات ہیں۔ پہلی جلد میں ۹ھ تک واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

جلد دوم

سیرت النبی ﷺ کی دوسری جلد نبوت کی دس سالہ امن کی زندگی کی تاریخ ہے، اسلام کی امن کی زندگی جو ہجرت کے بعد مدینہ میں شروع ہوتی ہے اس سے دوسری جلد کی ابتداء ہوتی ہے، اور جس تیزی سے اسلام کی اشاعت ہوئی، اس کی تفصیلات ہیں، اور پہلی اسلامی ریاست جس کی بنیاد پڑی اس کے انتظامات کا بیان ہے۔ عبادات و معاملات سے متعلق بھی ابواب ہیں اور ۱۱ھ میں حضرت محمد ﷺ کے وصال کا بیان شامل ہے، اس کے علاوہ آپ کی ذات مقدسہ اور معمولات کے بارے میں ابواب ترتیب دےئے ہیں، جن میں شمائل، صبح سے شام تک کے معمولات، "مجالس نبوی ﷺ"، "خطبات نبوی ﷺ"، "عبادات نبوی ﷺ" اور "اخلاق نبوی ﷺ" کی تفصیلات ہیں آخر میں آپ ﷺ کے خانگی معاملات کے بارے میں تحریر ہے، ازواج مطہرات کے حالات زندگی بھی بیان کئے ہیں اور ان کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کے برتاؤ کی تفصیلات ہیں۔

جلد سوم

سیرت النبی ﷺ کی جلد سوم حضور اکرم ﷺ کے "منصب نبوت"، "حقیقت نبوت" اور "فضائل و معجزات" پر مشتمل ہیں دلائل معجزات، "فلسفہ جدیدہ" اور "عقلیت" سے بحث کی ہے حضور اکرم ﷺ سے متعلق بے شمار معجزات کی تفصیل لکھی ہے، اور ان باتوں کی وضاحت بھی کی ہے، جن کو لوگوں نے معجزات کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ حالانکہ وہ حضور ﷺ کے لحاظ سے بہت ہی معمولی امور ہیں، جہاں معجزے کی حقیقت بیان کی گئی ہے، وہیں اس کے امکان وقوع کو بیان کیا ہے، اور قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے یہ ایک بہترین تبصرہ ہے۔

جلد چہارم

چوتھی جلد میں منصب نبوت اور تعلیمات نبوی یعنی مقصد نبوت کی مکمل تفصیلات ہیں اصل موضوع سے قبل اس جلد میں ایک مقدمہ ہے، جس میں نبوت کی حقیقت اور لوازم و خصائص کی تشریح ہے، اس کے بعد دیباچہ ہے، جس میں ولادت باسعادت کے وقت دنیا کی بالعموم اور عرب کی بالخصوص مذہبی اور اخلاقی حالت بیان کی گئی ہے، اس کے بعد اس جلد کے اصل موضوع کا آغاز کیا ہے یعنی عقائد و ایمانیات سے متعلق بیان ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، کتب سماوی اور ملائکہ پر ایمان موضوعات شامل ہیں۔

جلد پنجم

چوتھی جلد عقائد وایمانیات سے متعلق تھی۔ ایمان کے بعد ارکان وعبادات کا مرحلہ آتا ہے، چنانچہ جلد پنجم میں اعمال صالحہ اور عبادات وارکان کی تفصیلات درج ہیں۔ یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد اور ان صفات کی تفصیل ہے، جو مومن کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دیتی ہے، اور جن کو عبادات قلبی کا نام دیا ہے، جس میں تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر شامل ہیں۔ اس جلد میں بتایا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ بنی نوع انسان کے لئے کیا پیغام لائے تھے، اور یہیں پہ جلد مکمل ہو جاتی ہے۔

جلد ششم :

یہ جلد مکمل طور پر اخلاقیات اسلامی پر مبنی ہے اخلاقیات دین اسلام کی اساس ہے۔ حسن اخلاق کا دوسرا نام نیکی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں لہذا اس جلد میں سید سلیمان ندوی نے تفصیل کے ساتھ اسلامی فلسفہ اخلاق بیان کیا ہے، فضائل اخلاق کے بعد ذمیمہ پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، تاکہ اوامر ونواہی کا فلسفہ ہر انسان سمجھ لے

۔

جلد ہفتم

سید سلیمان ندوی کے انتقال کے بعد ان کے کچھ مضامین ان کے پرانے کاغذات میں پائے گئے، جو معاملات اور سیاسیات سے متعلق تھے۔ ان مضامین کو سید مصباح الدین عبد الرحمن، ناظم دار المصنفین نے یکجا کر کے سیرت النبی ﷺ کی جلد ہفتم کی شکل میں پیش کر دیا یہ جلد تقریباً (۱۰۰) سو صفحات پر مشتمل ایک مختصر کتاب ہے، سلیمان ندوی صاحب کا ارادہ ان معاملات پر ایک ضخیم کتاب مرتب کرنے کا تھا لیکن زندگی نے مہلت نہ دی۔ اس جلد میں نبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرتی مسائل کا حل اور سیاست وحکومت کے اصول بیان کئے ہیں، اور بتایا ہے کہ اس دنیا میں حکومت، سلطنت اور سیاست بڑی نعمت ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ اللہ کا قانون دنیا میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔

سیرۃ النبی ﷺ "کا اسلوب سیرت نگاری

"سیرۃ النبی ﷺ" مستشرقین اور دوسرے مغربی اہل علم جو حضرت محمد ﷺ اور ان کی زندگی پر بلاوجہ اعتراضات کرتے تھے، ان کے اعتراضات کے مدلل جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ مولانا شبلی کچھ اس انداز سے مستشرقین اور مغربی اہل علم کے اعتراضات کا پس منظر بیان کرتے ہیں کہ: "مسلمانوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس انداز سے محفوظ کیا ہے کہ کسی بھی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہو سکے ہیں، اور نہ آئندہ اس کی توقع کی جا سکتی ہے"۔[11] سیرت النبی ﷺ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے سیرت نگاری کے جو بڑے بڑے اسالیب ہمارے سامنے آئے وہ یہ ہیں:۔

مورخانہ اسلوب

"سیرۃ النبی ﷺ" میں مورخانہ اسلوب کو اپنایا ہے۔ مولانا شبلی اور ان کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی نے ہر تاریخی واقعے کے بارے میں تاریخ پر لکھی ہوئی مستند ترین کتابوں کو اکھٹا کیا ہے، اور اس کے علاوہ مغربی اہل علم کی سیرت پر لکھی ہوئی کتابوں کا بھی مطالعہ کر کے اس واقعے کو مرتب اور منظم انداز میں بیان کیا ہے، اور کہیں کہیں پر مستشرقین کے معترض واقعہ اور اصل واقعہ دونوں کو بیان کیا ہے۔ اس اسلوب کے بانی عروہ بن زبیر کو قرار دیا ہے۔ انہوں نے جب سیرت اور مغازی کے واقعات کو جمع کرنا شروع کیا، تو سب سے پہلے انہوں نے یہ اسلوب اختیار کیا کہ جب کسی واقعہ کے بارے میں معلومات جمع کرتے تھے، تو ان ساری معلومات کو یکجا کر کے، اور مرتب کر کے بیان کرتے تھے۔ عروہ کے علاوہ دوسرے اصحاب مثلاً امام

زہری نے، ابن اسحاق نے پھر آگے چل کر واقدی اور ابن سعد نے اس اسلوب کو مزید پروان چڑھایا، اور تیسری صدی ہجری تک یہ طرز بیان ایک معروف اور متعارف اسلوب بن گیا۔

مؤلفانہ اسلوب

مؤلفانہ اسلوب سے مراد یہ لی جاسکتی ہے کہ سیرت کے مختلف مآخذ اور کتابوں کو سامنے رکھ کر ایک تصنیفی انداز میں جس میں ایک مرتب اور مربوط کتاب لکھی جاتی ہے اور اس انداز سے سیرت پر کتابیں تیار کی جاتی ہیں۔ اس طرح سے کتابوں کے لکھنے کا رواج تیسری صدی ہجری کے آخر یا چوتھی صدی ہجری کی ابتدائی سے شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک سیرت کی جتنی کتابیں لکھی گئیں ہیں اور اب جتنی کتابیں لکھی جارہی ہیں۔ ان میں سے اکثر کتابوں کے اسلوب کو مؤلفانہ کہہ سکتے ہیں۔ ''سیرۃ النبی ﷺ'' بھی مؤلفانہ اسلوب پر لکھی ہوئی کتاب ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی نے حدیث کے صحاح ستہ اس کے علاوہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ، سیرت پر اولین لکھی ہوئی مستند کتابیں مثلاً المغازی، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری اور روض الانف وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک تصنیفی انداز میں ایک مرتب، منظم اور مربوط کتاب ''سیرۃ النبی'' کے نام سے لکھی۔

سیرۃ النبی ﷺ کی خصوصیات

۱۔ سیرۃ النبی ﷺ بیسویں صدی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب گذشتہ کئی صدیوں کی ادبیات سیرت کی کتابوں میں سے ایک ممتاز ترین کتاب ہے، تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کیونکہ جس طرح سر سید ولیم میور کی کتاب ''لائف آف محمد'' دیکھ کر اس کا جواب دینے کے لئے بے چین ہو گئے تھے، اسی طرح مولانا شبلی بھی مار گولیتھ کی لکھی ہوئی کتاب دیکھ کر بے چین و بے قرار ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس کتاب سے مغربی تعلیم یافتہ طبقہ متاثر ہو رہا تھا حتیٰ کہ مولانا محمد علی جوہر نے ایک جگہ اس دردمندی کے ساتھ فرمایا کہ یہ کام جو دو انتہائی عالم فاضل انسانوں کی تحقیق اور کاوش کا نتیجہ ہے، اپنے ادبیانہ شکوہ اور زور بیان میں اور بیانیہ جمال میں، دلیل کی قوت، تحریر و تجزیہ کی بلندی، روایات کا محدثانہ جائزہ بھی، مؤرخانہ جائزہ بھی اور متکلمانہ جائزہ بھی، یہ سب پہلو اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ شبلی میں بدرجہ اتم متکلم اور مورخ کی خصوصیات پائی جاتی تھیں۔ ان کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی مؤرخ و متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ علم التفسیر اور علم حدیث کے بہت بڑے فاضل اور عالم تھے۔ ان دونوں کی کوششوں اور قلم سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔[12]

۲۔ اس کتاب کی دوسری اہم بات اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب نہ صرف ایک پرہیزگار اور دیندار مسلمان کی ذوق ہے، بلکہ یہ کتاب مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور جدید ذوق ورجحان کی تشفی کے مطابق لکھی گئی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی سوانح، شمائل اور اسلام کی تعلیمات کو ایسے محققانہ و دلنشین انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے منکرین و مخالفین بھی اس کتاب کی صداقت وعظمت ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب صرف سوانح نبوی پر نہیں لکھی ہے بلکہ اس میں اسلام کے عقائد عبادات، معاملات اور اخلاقیات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ اسلامی تعلیمات کی دائرۃ المعارف کہی جا سکتی ہے۔

۴۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ روایات کے ردو قبول میں بڑی احتیاط برتی گئی ہے، اور ان کی تحقیق میں نقد و جرح اور روایت و درایت کے تمام محدثانہ اور تحقیقی اصولوں کو کام میں لایا گیا ہے، اور صرف معتبر اور مستند روایتیں لی گئی ہے۔

۵۔ اس کتاب کی پانچویں خصوصیت اس کا مقدمہ ہے۔ یہ مقدمہ ذرا طویل ہے تقریباً ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ادبیات سیرت میں بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ اس میں سیرت نبوی ﷺ کے عربی مآخذوں اور روایت و درایت کے اصولوں پر بحث کی

گئی ہے۔ اس میں سیرت کا آغاز، ضرورت و اہمیت، قدماء کی کتابوں کے نام اور سیرت پر مغربی یورپین کے کتابوں کے نام بیان ہوئے ہیں۔ بہت سے مسلمان مصنفین نے اس مقدمہ کو بہت وقیع، عالمانہ کام کا شاہکار، مدلل اور گہرے غور و فکر پر مبنی قرار دیاہے۔ سیرت النبی اس مقدمہ کے بعد ظہور قدسی سے شروع ہوتی ہے۔

۶۔ سیرۃ النبی ﷺ کی چھٹی خصوصیت اس کی مقبولیت ہے۔ اس کی کئی جلدوں کے ترجمے عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں خود مصنف کی حیات میں ہو چکے تھے۔ یہ قبولیت عام کتاب کی عند اللہ مقبولیت ہی کا ایک اثر ہے، اس مقبولیت کا یقینی ثبوت خود سیرت نگار سے سیرۃ النبی ﷺ جلد پنجم کے دیباچہ میں فراہم کیا گیاہے وہ رقم طراز ہے کہ:

"جب اس کتاب کی پہلی جلد شائع ہوئی تو ایک بزرگ نے جن کے ساتھ مجھے والہانہ عقیدت تھی اور جن کی زبان سے کبھی بھی استحقاق کے باوجود مدعیانہ فقرہ نہیں نکلا، انہوں نے مجھ سے کہا "یہ کتاب اللہ کے دربار میں قبول ہو گی"۔[13]

جس طرح فطری بات ہے کہ کوئی انسان مکمل نہیں ہو سکتاہے اگر کسی کے اندر اچھائیاں ہیں تو اکا دکا خامیاں بھی ہو سکتی ہے، صرف نبی معصوم عن الخطاہے باقی کوئی بھی اس صفت سے متصف نہیں ہے۔ اسی طرح شبلی کے ہاں بھی کمزوریاں ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اس کا اظہار بھی کیاہے۔ شبلی کے ہاں کہیں کہیں ایک معذرت خواہانہ سا انداز پایا جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے جو ابتدائی معرکے ہیں ان کے بارے میں مستشرقین لکھا کرتے ہیں کہ یہ مال غنیمت کی خاطر کئے گئے۔ شبلی اس اعتراض سے شاید متاثر ہوئے۔ اب شبلی نے ان غزوات کی اس طرح تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے کہ کئی جگہ مسلمانوں کے متفق علیہ نقطہ نظر سے جس کی قرآن پاک سے بھی تائید ہوتی ہے، انحراف سا آگیاہے۔ اس میں ان کا قلم تھوڑا سا بچل گیاہے۔ غزوہ بدر کے بارے میں خاص طور پر شبلی کی تحقیق سے کسی نے اتفاق نہیں کیا۔ حتیٰ کے ان کے شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اتفاق نہیں کیا۔

خطبات مدراس

یہ خطبات سید سلیمان ندوی نے ۱۹۲۵ء میں مدراس میں دے ئے تھے۔ مدراس میں ایک بزرگ تھے شیخ جمال۔ انہوں نے ایک ادارہ (مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا) بنایا تھا جس کے تحت برصغیر کے مشاہیر کو بلا کر سالانہ کچھ لیکچرز کرایا کرتے تھے۔ اس میں پہلی مرتبہ جو لیکچرز ہوئے وہ سیرت پر سید سلیمان ندوی کے آٹھ لیکچرز تھے۔ جو "خطبات مدراس" کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلے خطبے میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیاہے کہ انسانیت اپنی تکمیل کے لئے انبیاء علیہم السلام کی سیرت کی محتاج ہے۔ یہ پہلے خطبے کا عنوان ہے جس کو دلائل سے ثابت کیاہے۔ بغیر کسی نبی کے حوالے کے انسانیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ انسان کے اخلاق، انسان کی روحانیات، انسان کی دینی ضروریات، انسان کی دنیاوی ضروریات اور انسان کی فکری ضروریات ان سب کی تکمیل انبیاء کی سیرت ہی سے ہو سکتی ہے۔ دوسرے خطبے میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دائمی اور عالمگیر نمونہ عمل ہونے پر بحث کی گئی ہے، اور اس سلسلہ میں سیرت محمدی کے تاریخی و تکمیلی پہلوؤں اور اس کی جامعیت و عملیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور یہ دکھایا گیاہے کہ تمام انبیاء میں سے صرف محمد ﷺ کے مستند تاریخی حالات کا علم ہے، اور اس جامعیت کے ساتھ کہ آپ کی پوری زندگی کا ہر پہلو پوری طرح محفوظ ہے اور اس میں ہر شعبۂ زندگی کے لئے اسوۂ عمل موجود ہے۔ تیسرے خطبے میں سیرت نبوی ﷺ کے تاریخی پہلو پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے، اور یہ دکھایا گیاہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر جس قدر تاریخی مواد موجود ہے، اتنا مواد دنیا کے کسی بڑے بڑے انسان کے حالات میں نہیں مل سکتا، اور اس سلسلہ میں سیرت کے تمام ماخذوں قرآن مجید، کتب حدیث، مغازی، سیرت، تاریخ اور دلائل و شمائل نبوی کے پورے ذخیرہ کا جائزہ لیا گیاہے۔ اس میں ان علوم کی اجمالی تاریخ آگئی ہے، اور پھر محدثانہ اصول سے اس ذخیرہ پر بحث و تنقید کی گئی

ہے، ان بحثوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر جتنا مستند ذخیرہ معلومات موجود ہو اس کے عشر و عشیر غیر مستند حالات بھی کسی پیغمبر کے نہیں مل سکتے۔

چوتھے خطبہ میں آپ ﷺ کی کاملیت پر بحث کی گئی ہے۔ کاملیت سے مراد یہ ہے کہ شروع زندگی سے وفات نبوی تک آپ کی زندگی کا ہر واقعہ محفوظ ہے۔ مثلاً خاندان، آباواجداد، پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، سن شعور، جوانی، اس زمانہ کے مشاغل، پیشہ، شادی، احباب، قبل از نبوت، قریش کے معاہدہ میں شرکت، آمین کا خطاب، آثار نبوت، تنہائی پسندی، غار حرا کی خلوت نشینی، اور چلہ کشی نبوت کا آغاز وحی، اسلام کا ظہور، اس کی دعوت، اس راہ کے مشکلات و مصائب، ہجرت، قیام مدینہ، غزوات کے حالات، دعوت اسلام کے خطوط، اسلام کی اشاعت و تکمیل، حجۃ الوداع اور وفات وغیرہ کے تمام محفوظ و معلوم ہیں جس سے آپ ﷺ کی زندگی کے جزوی سے جزوی واقعہ ک اعلم ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ واقعات بھی جن میں وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو تنبیہ کی گئی ہے اور ایسے واقعات بھی جن پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں، محفوظ ہیں۔ یہ سیرت نبوی ﷺ کا تکمیلی پہلو ہے۔

پانچویں خطبہ میں آپ ﷺ کی جامعیت پر بحث کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں ہر انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے ہدایات اور عملی نمونہ موجود ہے۔ قرآن ہی اس بات کی گواہی دیتا ہے ﴿لقدكان لكم في رسول الله اسوة حسنة﴾۔ "رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے" [14]۔ آپ ﷺ نے مختلف حیثیتوں سے زندگی گزاری ہے مثلاً شاہ و گدا، حاکم و محکوم، فاتح و مفتوح، امیر و غریب، اجر و مزدور، عزیز اور دوست وغیرہ۔ ان سب کی حیثیت اور ان کے تعلقات و فرائض کا سبق بھی ہم کو سیرت پاک سے مل سکتا ہے۔ حتیٰ کے انسانی اوصاف اور ان کے ذہنی و جذباتی کیفیات و احوال مثلاً خوشی و رضامندی، غم و غصہ، عزم و استقلال، صبر و توکل، شجاعت و شہادت، استغناء و قناعت، جود و سخا، تواضع و انکسار وغیرہ تک کی تعلیم بھی اسوۂ نبوی ﷺ سے ملتی ہے۔ غرض انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت اور اس کے ساری زندگی کا سبق سے سیکھ سکتے ہیں۔ چھٹے خطبہ میں سیرت نبوی ﷺ کے عملی پہلو پر بحث کی گئی ہے یعنی آپ ﷺ نے جو اخلاقی تعلیمات دیں آپ ﷺ خود ان کا عملی نمونہ تھے۔ جس چیز کی آپ ﷺ دعوت دیتے تھے اس پر آپ ﷺ دعوت دینے سے پہلے عمل کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی زندگی سے ہر قسم کے اخلاق فاضلہ کے واقعات نقل کئے گئے ہیں۔ ساتویں خطبہ میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں پیغام محمدی کی جامعیت، عالمگیریت اور اس کی پیدا کردہ اصلاحات اور دوسری انقلاب انگیز خصوصیات پر بحث کی گئی ہے اور یہ دکھایا گیا ہے کہ جملہ مذاہب کی مشترک اور دنیادی تعلیمات یعنی ایمان و عمل صالح، عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات وغیرہ کو اسلام ہی نے تکمیل تک پہنچایا۔ اور دوسرے مذاہب کی کتابیں اور ان کے صحیفے اس حیثیت سے بالکل ناقص ہیں چنانچہ تورات اور انجیل میں عقائد و عبادات تک کی تعلیمات اتنی مبہم غیر واضح اور ناصاف ہیں کہ ان کے عیسوی اور یہودی مذہب کے عقائد و عبادات کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی۔ توراۃ میں دنیاوی قوانین البتہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہیں مگر وہ بھی سخن ہے۔ اور بعض حیثیتوں سے ناقص بھی ہیں پھر ان کا دائرہ بنی اسرائیل تک محدود ہے اسلام نے ان کی سختی کو کم اور ان کی خامیوں کو دور کر کے ان کو معتدل اور عالمگیر بنایا۔ آٹھویں خطبہ میں پیغام محمدی ﷺ کی بنیادی تعلیمات کو بتلایا اور یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلام سے پہلے کسی مذہب میں بھی خالص توحید نہیں تھی، ان مذاہب میں اگر کسی حد تک توحید تھی بھی تو وہ خدا اور بندہ کے تعلق کی تشبیہ و تمثیل اور اس کی ذات و صفات میں التباس و اشتباہ اور افعال خداوندی کی نیرنگیوں کی غلط تعبیر کی وجہ سے شرک میں بدل گئی تھی۔ اسلام نے اس سارے التباس و اشتباہ کو دور کر کے شرک کا ہر دروازہ بند کر دیا اور دنیا میں توحید خالص کو پہلی مرتبہ پیش کیا، اسی طرح عبادات کے غلط مفہوم یعنی ترک دنیا، رہبانیت اور جسمانی اذیت کو مٹا کر اس کی صحیح شکل بتلائی اور اس کا اصلی مقصد اور منشاء واضح کیا۔

خصوصیات

ا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب "خطبات مدراس" سیرت میں ایک بہت بلند مقام کی حامل ہے۔ یہ اعلیٰ درجے کی بہترین اور منظم کتاب ہے جو اول تا آخر معلومات کا وسیع ذخیرہ ہے۔ سید سلیمان ندوی نے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی جو بیسویں صدی کے ادب سیرت میں نہیں بلکہ پورے ادب سیرت میں ایک بڑا منفرد مقام رکھتی ہے۔ حجم میں بہت چھوٹی سی لیکن قیمت میں بہت بہتر ہے۔ یہ ان کی کتاب "خطبات مدراس" ہے۔ یہ خطبات ادب سیرت میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔[15]

۲۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت اس کی معلومات ہے۔ اگرچہ یہ کل ڈیڑھ سو صفحوں پر مشتمل کتاب ہے، مگر اپنی معلومات کی وسعت اور افادہ کے لحاظ سے سیرت کی ضخیم کتابوں پر بھاری ہے۔ اس کتاب میں ایک نئے نقطہ نظر اور اسلوب سے سیرت نبوی ﷺ کے ان پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے جن کی جانب بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی تاریخی حیثیت ، آپ ﷺ کی جامعیت و کاملیت اور آپ ﷺ کے عملی پہلو پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں ساری دنیا کے لئے دائمی نمونہ عمل آپ ﷺ ہی کی ذات مقدس ہے۔

۳۔ خطبات مدراس کی تیسری خصوصیت اس کی تسہیل ہے۔ اصل میں یہ سید سلیمان ندوی کے لیکچرز ہیں، لیکچر تو ویسے بھی ہر کسی کو آسانی سے سمجھ میں آتا ہے، چونکہ یہ کتاب بھی اگرچہ کتابی صورت میں ہے مگر اصلاً علامہ صاحب کے لیکچرز تھے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتاب آسان لفظوں میں بھی لکھی گئی ہے۔

۴۔ اس کتاب میں سیرت نبوی ﷺ کے ایسے مباحث بیان ہوئے ہیں جس سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت و عظمت اور دوسرے مذاہب پر اس کی برتری کھلے عام ثابت ہوئی ہے۔

۵۔ یہ کتاب اس خصوصیت سے بھی متصف ہے کہ یہ کتاب اس شیریں انداز میں لکھی گئی ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ سینکڑوں زبانوں سے سنا اور کتنی مثالیں خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ان خطبات کو پڑھ کر زندگیوں میں انقلاب ایمانی برپا ہو گیا۔ یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے بلکہ کرامت بھی "کرامت معنوی"، جس کا درجہ کرامت حسی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔[16]

رحمت عالمؐ

سید سلیمان ندوی کی یہ کتاب سیرت نبوی ﷺ تمام کتابوں پر سبقت رکھتی ہے۔ سید سلیمان ندوی سے دوستوں نے فرمائش کی کا سلام کا گلدستہ جس دھاگے سے بندھا ہوا ہے وہ رحمت عالم ﷺ کا وجود مبارک ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس وجود پاک کے سوانح کا ایک ایک حرف ہر مسلمان کے کان تک پہنچ جائے تاکہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔[17] سید سلیمان ندوی کی کتاب "رحمت عالم ﷺ" کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ہر شعبہ زندگی کے انسانوں پر واضح ہو جائے کہ تم چاہے کسی بھی حال میں ہو، اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے اور کسی بھی موڑ پر ہو، تمہیں رہنمائی کا نور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی سے ملے گا اور فوز و فلاح کی معراج تک پہنچا دے گا۔

"رحمت عالمؐ" ایک جلد پر مشتمل ہے یہ تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے مگر ان دو سو صفحات میں رسول اللہ ﷺ کی حالات زندگی کو اچھے طریقے سے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں دو دیباچے ہیں اس کے بعد عرب کا ملک اور حجاز کے بارے میں معلومات فراہم کی ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلے کے بارے میں بات ہوئی ہے کہ انبیاء کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے مختصر حالات زندگی اور مکہ کی طرف ہجرت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ آئے اور یہاں پہ انہوں نے اور ان کے

بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کے حکم سے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کا گھرانہ اس شہر سے آباد ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان قریش اور بنو ہاشم کا پس منظر بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب اور آپ ﷺ کے باپ حضرت عبد اللہ کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ ولادت باسعادت سے بعثت تک کے حالات تحریر کئے ہیں اور وہی واقعات بیان کئے ہیں جو عموماً سیرت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ولادت، پرورش، بی بی آمنہ کے پاس، بی بی آمنہ کی وفات، عبد المطلب کی پرورش، عبد المطلب کی وفات، ابو طالب کی پرورش، فجار کی لڑائی میں شرکت، مظلوموں کی حمایت کا معاہدہ، کعبہ کی تعمیر، سوداگری کا کام، تجارتی سفر، حضرت خدیجہؓ کی شرکت، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، شرک اور برائی کی باتوں سے بچنا اور غار حرا میں تن تنہا عبادت کرنا وغیرہ بیان کیا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ نزول وحی کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ جس تعلیم کو لے کر ہمارے رسول بھیجے گئے اس کا نام "اسلام" ہے۔ اور اس کا ماننے والا "مسلمان" کہلاتا ہے۔ پھر اسلام کے عقائد یعنی توحید، فرشتے، رسول، کتاب اور مرنے کے بعد پھر جینا، مختصراً بیان کیا ہے۔ پہلے مسلمان ہونے والوں کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسری وحی کے بعد اعلانیہ تبلیغ کا حکم، حضرت حمزہؓ کا مسلمان ہونا، حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا، حضرت ابو ذر غفاریؓ کا مسلمان ہونا، غریب مسلمانوں کا ستایا جانا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد شعب ابی طالب، ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات، آپ ﷺ پر مصائب، طائف کے سفر پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے تبلیغی کاوشوں کو قلم بند کیا گیا ہے۔ مختلف قبائل کے پاس گئے ان کو اسلام کی دعوت دے دی، ان میں سے اوس اور خزرج نے اسلام قبول کیا۔ ان کی بیعتیں جو عقبہ کے مقام پر دو دفعہ ہوئیں، کا تذکرہ کیا ہے۔ ہجرت کے عنوان سے رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کو قلم بند کیا گیا ہے۔ مدینہ اور یہاں کے رہنے والے جنہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی بھرپور مدد کی، کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کام یعنی مسجد قباء پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ پہلا جمعہ، مدینہ میں داخلہ، انصار، مسجد نبوی اور حجروں کی تعمیر، اصحاب صفہ، نماز کی تکمیل اور قبلہ، بھائی چارہ، یہود کا قول و قرار، مکہ والوں کی سازشیں اور شرارتیں، مسلمانوں کے تین دشمن، منافقوں کا برتاؤ، مکے کے کافروں کی روک تھام، بدر کی لڑائی، دشمنوں سے برتاؤ، بدر کا انتقام، حضرت فاطمہؓ کا نکاح، رمضان، عید، احد کی لڑائی، یہودی خطرے کو مٹانا، بنو قینقاع سے لڑائی، مسلمان مبلغوں کا بے دردانہ قتل، بنو نضیر کی جلاوطنی، غزوہ خندق، بنو قریظہ کا خاتمہ، صلح حدیبیہ، دنیا کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت، یہود کا آخری قلعہ خیبر، موتہ کی لڑائی، فتح مکہ، ہوازن اور ثقیف کا معرکہ، تبوک کی لڑائی اور جزیہ، عرب کے صوبوں میں اسلام کی عام منادی وغیرہ کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دین کی تکمیل اور اسلامی نظام کی تاسیس، پھر اسلامی عبادات یعنی نماز، زکوۃ، روزہ اور حج پر بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات مبارک قلم بند کیا گیا ہے۔ پھر ازواج و اولاد اور اخلاق و عادات کے عنوان سے آپ ﷺ کے ازواج مطہرات، اولاد اور اخلاق وعادات کو قلم بند کیا گیا ہے۔

خصوصیات

۱۔ رحمت عالم ﷺ کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عبارت کی سادگی، طرز ادا کی سہولت اور واقعات کے سلجھاؤ کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ چھوٹی عمر کے بچے اور معمولی سمجھ کے حامل لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور اسکولوں اور مدرسوں کے کورسوں میں رکھی جا سکے۔

۲۔ اس کتاب کی دوسری خصوصیت اس کی تسہیل ہے۔ یہ کتاب اس انداز سے لکھی گئی ہے اس طرح آسان الفاظ میں لکھی ہے کہ ہر کسی کو آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔

۳۔ رحمت عالم ﷺ کی تیسری خصوصیت اس کی شہرت اور قدر ہے جو مصنف کے توقع سے زیادہ قبول ہو گئی۔ بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہوئے یعنی ہندی، گجراتی اور بنگالی میں اس کے ترجمے ہوئے۔ دکن، بنجاب، یوپی اور بہار کے مختلف اسلامی مدرسوں اور مکتبوں میں وہ داخل نصاب ہوئی اور اس کی فروخت سے چار ہزار روپے کے قریب دار العلوم ندوہ کے سرمایہ تعمیر میں منتقل کیا گیا۔

خلاصہ

اس آرٹیکل لکھنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ علامہ سید سلیمان ندوی برصغیر کے موجودہ دور کے سیرت نگاروں میں سے ایک اہم سیرت نگار ہے۔ جنہوں نے سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین کتابیں لکھ کر عوام الناس کے لئے سرمایہ چھوڑ دیا۔ یہ کتابیں نہ صرف سیرت النبوی ﷺ کے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہے بلکہ اس سے کسی سیرت نگار کے لئے سیرت نگاری کے اصول، قواعد وضوابط بھی اخذ ہو سکتے ہیں۔ اس آرٹیکل سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبوی ﷺ کے بنیادی مصادر سے معلومات اکھٹا کر کے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ اور اس انداز میں لکھی ہیں کہ ہر کسی کو سمجھ آتی ہیں۔ خطبات مدراس تو اس طرز سے لکھی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کو آسانی سے سمجھ میں آتی ہیں۔

حوالہ جات

[1] سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب، سوانح حیات، مشمولہ سلیمان نمبر، ص ا۔

[2] غلام محمد، ڈاکٹر، مولانا، تذکرہ سلیمان، کراچی، ادارہ نشر المعارف، ۱۹۸۴ء، ص ۳۴۔

[3] سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب، سوانح حیات، مشمولہ سلیمان نمبر، ص ۲۔۳۔

[4] ایضاً ص ۸۔

[5] ایضاً ص ۱۲۔

[6] ایضاً ص ۱۴۔

[7] غلام محمد، ڈاکٹر، مولانا، تذکرہ سلیمان، کراچی، ادارہ نشر المعارف، ۱۹۸۴ء، ص ۲۲۳۔

[8] ایضاً ص ۲۴۰۔

[9] ایضاً ص ۲۷۷۔

[10] نعمانی، مولانا شبلی وندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد، ج ا، ص ۲۱۔۲۲۔

[11] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۷ء، ص ۶۷۱۔

[12] ایضاً ص ۶۷۳۔

[13] نعمانی، مولانا شبلی وندوی، سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد، ج ا، ص ۸۔

[14] القرآن، احزاب: ۲۱۔

[15] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۷ع، ص ۶۷۴۔

[16] غلام محمد، ڈاکٹر، مولانا، تذکرہ سلیمان، کراچی، ادارہ نشر المعارف، ۱۹۸۴ع، ص ۵۸۔

[17] ندوی، سید سلیمان، رحمت عالم ﷺ، ریاض، دار السلام، ۱۴۲۷ھ، ص ۱۶۔